بلگیریا میں اسلامی ممالک کی سرحد پر آباد ہونے اور تجارتی سلسلہ میں مشرقی ممالک اور مسلمانوں سے تعلقات اور آمد و رفت کے باعث تیسری صدی ہجری میں اسلام سے تاثر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ملک کے تمام باشندے شرفِ اسلام سے بہرہ اندوز ہوگئے۔

بلگیرین قوموں کے مسلمان ہوجانے کے بعد ان کے تاجدار الماس خاں نے ایک قاصد دارالخلافہ بغداد روانہ کیا۔ اور خلیفہ سے درخواست کی کہ علماء و فقہاء پر مشتمل ایک وفد بھیجئے جو قوم کو مذہبی شعائر اور احکام اسلامیہ کی صحیح تعلیم سے آشنا کر سکے۔ نیز کچھ انجینئر کاریگر اور صناع روانہ کیجئے تاکہ ملک کے گرداگرد ایک مستحکم شہر پناہ بنا دی جاسکے اور غیر مسلم سلاطین و ممالک سے ہم اپنا تحفظ کر سکیں۔ قاصد نے بغداد پہنچ کر خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کی خدمت میں وہ گرانقدر ہدایا پیش کئے جن کو بادشاہ نے خلیفہ کی نذر گذرانے تھے۔ خلیفہ نے بادشاہ کی درخواست کو قبول کیا اور جواب میں ایک قاصد روانہ کیا اور اس کے ساتھ چند مستند علماء و فقہا اور تعمیر کے لئے بہت سے ماہر انجینئر اور معمار روانہ کئے۔

یہ وفد ۱۱ صفر ۳۰۹ھ مطابق ۲۱ جون ۹۲۱ء کو بغداد سے روانہ ہوا اور بخارا و خوارزم کی راہ سے ۱۲ محرم ۳۱۰ھ (۱۲ مئی ۹۲۲ء) کو دارالسلطنت بلگیریا میں داخل ہوا۔ ملکی باشندوں نے معزز مہمانوں کا پرجوش خیر مقدم کیا اور بہت سا چاندی سونا ان پر سے نچھاور کیا۔

بغداد سے آنے والے اس وفد میں سب سے بہتر عالم علامہ احمد بن فضلان بغدادی تھے۔ خلیفہ نے ان کو روانگی کے وقت ہدایت کی تھی کہ سفر کی مفصل کیفیت بلگیریا اور اس کے قرب و جوار کے ممالک و اقوام کے حالات، ان کی عادات و خصائل، زبان و مذہب، معاشیات و اقتصادیات۔ معاشرتی خصائص اور دیگر اہم کوائف بسط و تشریح کے ساتھ لکھیں۔ نیز دن و رات کے گھٹنے بڑھنے کی تدریجی مقدار غایت حزم و احتیاط اور غور و تدبر کے ساتھ قلمبند کی جائے۔ اس کے ماسوا روانگی کے وقت سے دارالخلافہ کی مراجعت تک کے پیش آمدہ اہم واقعات کی تشریحی یادداشت تیار کی جائے۔ ابنِ فضلان نے خلیفہ کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی اور بلگیریا، خوارزم، روس اور دیگر ممالک و اقوام کے تفصیلی حالات قلمبند کئے اور رسالہ ابن فضلان کے نام سے سفر کی ایک مکمل یادداشت مرتب کی۔ لیکن یہ سفرنامہ دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا اور ضائع ہوگیا۔

اس وفد کے ذریعہ سے بلگیریا اور بغداد کے مابین تعلقات کا آغاز ہوا، یہ خوشگوار تعلقات ہمیشہ قائم رہے اور ہمیشہ سلاطین بلگیریا خلفاء سے اطاعت و نیازمندی کے ساتھ پیش آتے رہے۔ فی الحقیقت بغداد سے آمدہ وفد کے باعث بلگیریا کے باشندے اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہوسکے اور ان میں

قازانی حکومت میں عوام اور حکومت دونوں "سید" کا اس کے جلیل القدر عہدے کے مناسب بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

۱۵۵۲ء میں جب جبار رابع نے قازان پر اپنا تسلط واقتدار قائم کر لیا تو قازانی مسلمانوں کے ساتھ اس نے سخت رویہ برتا اور ان کی مذہب و معاشرت کو تباہ وبرباد کر دیتے اور اس کی بجائے اپنی تہذیب پھیلانے کی سخت جدوجہد کی۔ لیکن قازانی مسلمان گرنے کے بعد بہت جلد سنبھلے اور بہت ہی تھوڑے وقفہ میں حکومت کے حاکمانہ اثرات سے بالکل آزاد ہوگئے اور انھوں نے اپنے شکستہ نظام کی اصلاح کرنے میں سعی بلیغ سے کام لیا۔ لیکن حکومت ماسکو جبار رابع کے اس ظالمانہ رویہ کو پسند کرتی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ مسلمان حکومت کی تہذیب کو قبول کرلیں۔ اسی وجہ سے عیسائی مبلغین جو تبلیغ عیسائیت کے لئے اسلامی ممالک میں بھیجے جاتے تھے۔ ان کو خاص طور پر قازان کی نشاندہی کردی جاتی تھی اور جبار رابع اور حکومت ماسکو کی دلی خواہش سے ان کو مطلع کیا جاتا تھا، لیکن ان سب حالات کے باوصف مسلمانوں نے مذہبی احکامات وشعائر اسلام کا پورا پورا احترام اور حفاظت کی۔ اور علما کے اخلاص عمل اور جدوجہد سے اس میں کامیاب ہوئے لیکن ان کے یہ تمامتر تحفظات آنیوالے مصائب کا پیش خیمہ ثابت ہوئے، حکومت باوجود جدوجہد اپنی مساعی میں ناکام رہی تھی۔ اس لئے مسلمانوں سے ناقابل برداشت رویہ برتنا شروع کردیا مسلمانوں نے بھی صبر وشکیب اور غایت تحمل سے کام لیا اور مجبور ہوکر خدا کے نام پر قازان سے ہجرت کرنا شروع کردیا اور کاسپین کے ساحل یوریل کی وادی قرمزو قازان کے بیابان اور ترکستان کے جس حصہ زمین میں ان خانماں برباد مظلوم مسلمانوں کو رہنے کے لئے کوئی پرسکون جگہ مل سکی وہیں زندگی کے دن پورے کرنے کے لئے رہ پڑے۔ مسلمانوں نے پوری سترہویں صدی اور اٹھارویں صدی کے ابتدائی سنین اسی طرح کس مپرسی میں بسر کئے اور اسی مظلومیت وبے کسی میں ایک صدی سے زائد کا عرصہ اسلام ومذہب کو سینے سے لگائے ہوئے غربت وبیاباں نوردی میں گذار دیا۔ یہاںتک کہ اٹھارویں صدی کے اواخر میں روسی حکومت نے مسلمانوں کو کچھ سہولتیں اور مراعات دیں اور مسلمانوں نے روس کے مختلف شہروں میں موطن اختیار کرنا شروع کردیا۔ مسلمانوں نے پھر تجارت شروع کردی۔ اور ان کے تجارتی قافلے گولیاسے بخارا تک بکثرت آمدورفت کرنے لگے۔ حتیٰ کہ انیسویں صدی کے ربع اول میں مسلمان وہاں بہت دولتمند اور ایک اہم تجارتی قوم خیال کی جانے لگی تھی

تجارتی سفروں میں ایک بہت بڑا اہم علمی ومذہبی کام کرتے تھے۔ جب کوئی تاجر اپنے وطن سے تجارت اور کاروبار کے سلسلہ میں بخارا کا سفر کرتا تھا تو اپنے شہر کے طلبا میں سے ایک ذہین طالبعلم کو اپنے ہمراہ سفر میں لیجاتا تھا اور استفادہ وتعلیم کے لئے بخارا کی کسی درسگاہ میں داخل کردیتا تھا (اسوقت بخارا میں باوجود بہت سی کمزوریوں ونقائص کے چھوٹی بڑی درسگاہیں کافی تعداد میں موجود تھیں جن میں مذہبی اور دینی تعلیم بہت خوبی وعمدگی سے دیجاتی تھی) یہ طلبار تعلیم سے فارغ ہوکر جب وطن واپس ہوتے تھے تو اپنے قازانی مسلمان تاجروں کو جن کے کاروبار ایشیا اور یورپ میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے ان کے لئے اپنے سرمایہ سے بڑے بڑے مدارس کا انتظام کرنا ہوتا تھا ان تعلیم گاہوں میں جو طلبہ حصولِ تعلیم کے لئے آتے تھے ان کے جملہ اخراجات کے تکفل اور مدرسہ کے دیگر مصارف کے ذمہ دار بھی قازانی تاجر ہی ہوتے تھے۔ بڑے شہروں کے علاوہ قصبوں، گاؤں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بھی اسی قسم کے مدارس اور تعلیم گاہیں موجود تھیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قازان اور اس کے ملحقہ اسلامی ممالک میں متعدد بڑی درسگاہیں قائم ہوگئیں تھیں اور چھوٹے چھوٹے مدارس تو بے شمار تھے۔ ان تعلیم گاہوں سے ہزاروں علما پیدا ہوئے۔ جن سے اصلاح وتبلیغ کا گرانقدر کام سرانجام کو پہنچا۔ اس نظامِ تعلیم سے قوم کو بہت فائدہ پہنچا اور ان درسگاہوں کے ذریعہ ایسے علمار ملک کو میسر آسکے جنھوں نے تمام ضروری علوم میں واقفیت بہم پہنچائی لیکن صرف شرح شمسیہ اور عقائد نسفی ہی کے مباحث میں الجھ کر نہیں رہ گئے۔ اور محض شروح وحواشی کے لکھنے لکھانے اور انہی پر مناظروں میں عزیز عمریں ضائع نہیں کیں۔ بلکہ دوسرے ممالک میں پہنچے اور اپنے علم سے صحیح کام لیا۔

شاید یہ تعلیمی اسکیم ایک نئے آنیوالے دور کے لئے تمہید ومقدمہ کا کام دے اور بہت ممکن ہے کہ اس عہد نو کو پیدا کرنے والے انہی لوگوں کے فیض یافتہ ہوں جنھوں نے ان درسگاہوں سے ایک خاص نظریہ وفکر کے تحت علم سیکھا تھا۔

ادبیات

مجلسِ روحانیاں کے حضور

دیوبند کے ایک قبرستان میں جہاں مولانا محمد قاسم اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب وغیرہ کے مزارات ہیں

از جناب احسان دانش

اللہ اللہ اس زمیں کی کس قدر توقیر ہے
صرف روحوں کے لیے گنجائشِ تقریر ہے

میں تمہیں زندہ سمجھتا ہوں بایں وصفِ حیات
ہیں اِدھر کے کار ناممکن اُدھر کے ممکنات

روح سے آگے بدن پرواز کر سکتا نہیں
وقت کی تقلید میں انسان مر سکتا نہیں!

وقت کے پہیے کو کچھ پیچھے ہٹانا ہے مجھے
قوم کے ماضی کو مستقبل بنانا ہے مجھے

گرچہ میرے شعر کی ہندوستاں بھر میں ہے دھوم
نطق کی کوسوں ہیں ناگفتہ خیالوں کے ہجوم!

ہے دعاؤں کا ابھی محتاج میرا ہر عمل
میرے منصوبوں کے پودے ہیں ابھی بے پھول پھل

فکر ہے میرا فقط میری بلندی تک رسا
حد سے باہر ہے تصور سے پرے کا راستا،

بخشدی ناکارگی اس عالمِ اسباب نے
میری شیرینی میں تلخی جھونک دی احباب نے

ورنہ میں اور اس قدر دیوانۂ رنگ و نمو
میرے سر پر بولتا ہے میری قسموں کا لہو

میری امیدوں کے رستے الحفیظ والاماں
کچھ کمیلوں کے لہو ہیں کچھ چتاؤں کا دھواں

مولوی بزدل ہے صوفی کیفِ قوالی میں مست
شاعروں کے ظرف ناقص شعر کا معیار پست

لیڈری گمراہ، مذہب ناتواں، حکمت علیل
جا بجا ٹوٹی ہوئی ناموسِ ہستی کی فصیل

گرچہ بے حد مارنے مرنے کی عادت ہے مجھے
پھر بھی روحانی توجہ کی ضرورت ہے مجھے!

عزمِ مستحکم، جلالِ خود نگر درکار ہے
اک دلِ آگاہ، اک بالغ نظر درکار ہے

اپنی حشر انگیز آوازیں عطا کردو مجھے!
اپنے بازو اپنی پروازیں عطا کردو مجھے!